جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۲

لارڈ بشپ لیفرائی کا انتقال

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک اور باب ختم ہو گیا

ایک عجیب اتفاق ہے کہ گذشتہ سال جب الحکم کا پہلا نمبر شائع ہوا تو اس میں گذشتہ صحبتوں کی یاد کا ایک عنوان قائم کیا گیا اور اس کا آغاز بشپ لیفرائے کے لاہور میں جلسوں کے تذکرہ سے ہوا۔ اس وقت نہ تو مجھے خیال تھا اور نہ کوئی اور کہہ سکتا تھا کہ اگلے سال کے الحکم کے دوسرے ہی نمبر میں بشپ صاحب کے انتقال کی خبر کو درج کرتے ہوئے تاریخ سلسلہ کے اس باب کا تکرار کرنا پڑیگا جو بشپ صاحب کی ذات سے وابستہ مضامین کا باب ہے۔ گذشتہ سال ختم ہوتے ہوئے اس باب کو ختم کر گیا

۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو بشپ صاحب بوجہ علالت اپنے عہدہ سے مستعفی ہوئے اور اس استعفاء کے چند گھنٹہ بعد انہوں نے کلکتہ میں وفات پائی۔ لارڈ بشپ صاحب سنہ ۱۸۷۹ء میں ہندوستان آکر کیمبرج مشن دہلی سے متعلق ہوئے۔ پھر سنہ ۱۸۹۹ء میں وہ لاہور آگئے اور سنہ ۱۹۱۳ء تک لاہور میں بشپ کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد کلکتہ کے لارڈ بشپ مقرر ہو گئے۔

بشپ صاحب کے اخلاق اپنے مذہب کی اشاعت کا جوش ہمت اور برداشت کی قوت ہر ایسے شخص کے لئے جو مشنری زندگی رکھتا ہو قابل قدر ہے۔

چونکہ بشپ صاحب کی زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ میں ایک دلچسپ باب ہے اس لئے میں اس پر کسی قدر وضاحت سے لکھونگا۔ بشپ صاحب کو جبکہ وہ ابھی بشپ یا لارڈ بشپ نہ ہوئے تھے دہلی میں رہ کر مسلمانوں سے مباحثات کرنے کا شوق پیدا ہوا اور انہوں تا بہ امکان عربی پڑھنے کی کوشش کی۔ وقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشپ صاحب لاہور سے

ایک سچے فیصلہ کی درخواست

میں نے سنا ہے کہ بشپ صاحب لاہور نے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت کی ہے اگر وہ چاہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا ثابت کر کے دکھلادیں میرے نزدیک بشپ صاحب موصوف کا یہ بہت عمدہ ارادہ ہے کہ وہ اس بات کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگ نبیوں میں سے ایسا نبی کون ہے جس کی زندگی پاک اور مقدس ہو لیکن میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس سے ان کی کیا غرض ہے کہ کسی نبی کا معصوم ہونا ثابت کیا جائے یعنی پبلک کو دکھلایا جائے کہ اس نبی سے اپنی عمر میں کوئی گناہ صادر نہیں ہوا میرے نزدیک یہ ایسا طریق بحث ہے جس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمام قوموں کا اس پر اتفاق نہیں ہے کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل نہیں ہے مثلاً بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جائے اور ایک نومرید مع بزرگان دین کے اس روٹی کو نہ کھائے اور اس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی زنا ہے مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بیشک اس صورت میں ہمبستر ہو جائے جبکہ کسی وجہ سے اولاد ہونے سے نومیدی ہو اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور اختیار ہے کہ دس یا گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہے۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جوں یا پسو مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام جانوروں کو سبز ترکاریوں کی طرح سمجھتا ہے اور ایک کے مذہب میں سؤر کا چھونا بھی انسان کو ناپاک کر دیتا ہے اور دوسرے کے مذہب میں تمام سفید و سیاہ بہت عمدہ غذائیں ہیں۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دنیا کو کلی اتفاق نہیں ہے عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعویٰ کر کے پھر بھی اول درجہ کے معصوم ہیں۔ مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اور کو خدا کے برابر ٹھہراوے غرض یہ طریق مختلف فرقوں کے لئے ہرگز حق شناسی کا معیار نہیں ہو سکتا جو بشپ صاحب نے اختیار کیا ہے ہاں یہ طریق نہایت عمدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضۂ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے یعنے یہ دکھلایا جاوے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں کیونکہ جب ہم کلام کلی کے طور پر تمام طریق فضیلت کو مدنظر رکھ کر ایک نبی کے وجوہ فضائل بیان کریں گے تو ہم پر یہ طریق بھی کھلا ہوگا کہ اسی تقریب پر ہم اس نبی کی پاک باطنی اور تقدس اور طہارت اور معصومیت کے وجوہ بھی جس قدر ہمارے پاس ہوں بیان کر دیں۔ اور چونکہ اس قسم کا بیان صرف ایک جزوی بیان نہیں بلکہ بہت سی شاخوں پر مشتمل ہے اس لئے پبلک کے لئے آسانی ہوگی کہ اس تمام مجموعہ کو زیر نظر رکھ کر اس حقیقت تک پہونچ جاویں

کران دونبیوں میں سے درحقیقت افضل واعلیٰ شان کس نبی کو حاصل ہے اور گو ہرایک شخص فضایل کو بھی اپنے مذاق پر بھی قرار دیتا ہے مگر چونکہ یہ انسانی فضائل کا ایک کا مجموعہ ہوگا۔ اس لئے اس طریق سے افضل واعلیٰ کے جانچنے میں وہ مشکلات نہیں پڑیں گے جو صرف معصومیت کی بحث میں پڑتی ہیں بلکہ ہرایک مذاق کے انسان کے لئے اس مقابلہ اور موازنہ کے وقت ضرور ایک ایسا قدر مشترک حاصل ہوجائیگا جس سے بہت صاف اور سہل طریقہ پر نتیجہ نکل آئیگا کہ ان تمام فضائل میں سے فضائل کثیرہ کا مالک اور جامع کون ہے۔ پس اگر ہماری بحثیں محض خدا کے لئے ہیں تو ہمیں وہی راہ اختیار کرنی چاہیئے جس میں کوئی اشتباہ اور کدورت نہ ہو کیا یہ سچ نہیں ہے کہ معصومیت کی بحث میں پہلے قدم میں ہی یہ سوال پیش آئیگا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے عقیدہ کے رو سے جو شخص عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر خدا یا خدا کا بیٹا ہونا اپنے تئیں بیان کرتا ہے وہ سخت گنہگار بلکہ کافر ہے تو پھر اس صورت میں معصومیت کیا باقی رہی۔ اور اگر کہو ہمارے نزدیک ایسا دعویٰ نہ گناہ نہ کفر کی بات ہے تو پھر اسی الجھن میں آپ پڑ گئے جس سے بچنا چاہیئے تھا کیونکہ جیسا آپ کے نزدیک حضرت مسیح کے لئے خدائی کا دعوےٰ کرنا گناہ کی بات نہیں ہے ایسا ہی ایک شاکت مت والے کے نزدیک ماں بہن سے بھی زنا کرنا گناہ کی بات نہیں ہے اور آریہ صاحبوں کے نزدیک ہر ایک ذرہ کو اپنے وجود کا آپ ہی خدا ماننا اور اپنی پیاری بیوی کو باوجود اپنی موجودگی کے کسی دوسرے سے ہمبستر کرا دینا کچھ بھی گناہ کی بات نہیں اور سناتن دہرم والوں کے نزدیک راجہ رامچندر اور کرشن کو اوتار جاننا اور پرمیشور ماننا اور پتھروں کے آگے سجدہ کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک گبر کے نزدیک آگ کی پوجا کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک فرقہ یہودیوں کے مذہب کے موافق غیر قوموں کے مال کی چوری کر لینا اور ان کو نقصان پہنچانا کچھ گناہ کی بات نہیں اور بجز مسلمانوں کے سب کے مذہب کے سود لینا کچھ گناہ کی بات نہیں تو اب ایسا کون فارغ ہے کہ ان جھگڑوں کا فیصلہ کرے اس لئے طالب کے لئے افضل اور اعلیٰ نبی کی شناخت کے لئے یہی طریق کھلا ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں تو تمام فرقوں میں معصومیت کی وجوہ ایک ہی طور سے بیان کرتی ہیں۔ یعنے ان بیان میں اگر تمام مذہبوں والے متفق بھی کہ فلاں فلاں امر گناہ میں داخل ہے جس سے باز رہنے کی حالت میں انسان معصوم کہلا سکتا ہے تو گو ایسا فرض کرنا غیر ممکن ہے تاہم محض اس امر کی تحقیق ہونے سے کہ ایک شخص شراب نہیں پیتا۔ رہزنی نہیں کرتا ناحق نہیں مارتا خون نہیں کرتا جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔ ایسا شخص صرف اس قسم کی معصومیت کی وجہ سے انسان کامل ہونے کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ کسی حقیقی اور اعلیٰ نیکی کا مالک ٹھہر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو اپنا یہ احسان جتلائیگا۔ کہ باوجودیکہ میں نے کئی دفعہ یہ موقعہ پایا کہ تیرے گھر کو آگ لگا دوں اور تیرے شیر خوار بچے کا گلا گھونٹ دوں مگر پھر بھی میں نے آگ نہیں لگائی اور نہ تیرے بچے کا گلا گھونٹا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ عقلمندوں کے نزدیک یہ کوئی اعلیٰ نیکی نہیں سمجھی جائیگی اور نہ ایسے حقوق اور فضائل کو پیش کرنے والا انسان بھلا مانس خیال کیا جائیگا۔ ورنہ ایک حجام یہ احسان جتلا کر ہمیں ممنون بنانا چاہے کہ بالوں کے کاٹنے یا درست کرنے کے وقت مجھے یہ موقع ملا تھا کہ تمہارے سر یا گردن یا ناک پر استرہ مار دیتا مگر میں نے یہ نیکی کی کہ نہیں مارا۔ تو کیا اس سے وہ ہمارا اعلیٰ درجہ کا محسن ٹھہر جائے گا اور والدین کے حقوق

کی طرح اس کے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں گے ؟ نہیں بلکہ وہ ایک
طور سے جرم کا مرتکب ہے جو اپنی ایسی صفات ظاہر کرتا ہے اور
ایک دانشمند حاکم کے نزدیک ضمانت لینے کے لائق ہے غرض
یہ کوئی اعلیٰ درجہ کا احسان نہیں ہے کہ کسی نے بدی کرنے سے اپنے
تئیں بچائے رکھا۔ کیونکہ قانون سزا بھی تو اسے روکتا ہے مثلاً
اگر کوئی گھر پر نقب لگانے یا اپنے ہمسایہ کا مال چرانے سے
رک گیا ہے تو کیا اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس شرارت
سے باز رہ کر اس سے نیکی کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ قانون سزا بھی تو
ایسے ڈرا رہا تھا کیونکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں نقب زنی کے
وقت یا کسی کے گھر میں آگ لگانے کے وقت یا کسی بے گناہ
پر پستول چھوڑنے کے وقت یا کسی بچے کا گلا گھونٹنے کے وقت
پکڑا گیا تو پھر گورنمنٹ پوری سزا دیکر جہنم تک پہونچا دیگی۔ غرض
اگر یہی حقیقی نیکی اور انسان کا اعلیٰ جوہر ہے تو پھر ہم تمام جرائم
پیشہ ایسے لوگوں کے محسن ٹھہر جائیں گے جنکو انہوں نے کوئی
ضرر نہیں پہونچایا۔ لیکن جن بزرگواروں کو ہم انسان کامل کا
خطاب دینا چاہتے ہیں کیا ان کی بزرگی کے اثبات کے لئے یہی
یہی وجوہ پیش کرنے چاہئیں کہ کبھی انہوں نے کسی شخص کے
گھر کو آگ نہیں لگائی۔ چوری نہیں کی کسی بیگانہ عورت پر حملہ
نہیں کیا ڈاکہ نہیں مارا کسی بچے کا گلا نہیں گھونٹا حاشا وکلا
یہ کمینہ باتیں ہرگز کمال کی وجوہ نہیں ہو سکتیں بلکہ ایسے ذکر سے
تو ایک طور سے ہجو نکلتی ہے۔ مثلاً اگر یہ بات کہوں کہ میری
دانست میں زید جو ایک شہر کا معزز اور نیکنام رئیس ہے فلاں
ڈاکہ میں شریک نہیں ہے یا فلاں عورت کو جو چند آدمی زنا کے
لئے بھگا کر لے گئے تھے۔ اس سازش سے زید کا کچھ تعلق نہ تھا
تو ایسے بیان میں میں زید کی ایک طریق سے ازالہ حیثیت عرفی کر
رہا ہوں کیونکہ بلاشبہ طور پر پبلک کو احتمال کا موقع دیتا

ہوں کہ وہ اس مادہ کا آدمی ہے گو اس وقت شریک نہیں
ہے پس خدا کے نبیوں کی تعریف اسی حد تک ختم کر دینا بلاشبہ
ان کی ایک سخت مذمت ہے اور اسی بات کو ان کا بڑا کمال سمجھنا
کہ جرائم پیشہ لوگوں کی طرح ناجائز تکالیف عامہ سے انہوں نے
اپنے تئیں بچایا ان کے مرتبہ عالیہ کی بڑی ہتک ہے۔ اول تو بدی
سے بلند رہنا جس کو معصومیت کہا جاتا ہے کوئی اعلیٰ صفت
نہیں ہے دنیا میں ہزاروں اس قسم کے لوگ موجود ہیں کہ ان
کو موقع نہیں ملا کہ وہ نقب لگائیں یا ڈاکہ ماریں یا خون کریں
یا شیر خوار بچوں کا گلا گھونٹیں یا بیچاری کمزور عورتوں کا زیور
کانوں سے توڑ کر لے جائیں۔ پس ہم کہاں تک اس ترک شر
کی وجہ سے لوگوں کو اپنے محسن ٹھہراتے جائیں اور ان کو
محض اس وجہ سے انسان کامل مان لیں ؟ ماسوائے اس ترک
شر کے لئے جس کو دوسرے لفظوں میں معصومیت کہتے ہیں
بہت وجوہ ہیں ہر ایک کو یہ لیاقت کب حاصل ہے کہ رات کو
اکیلا اٹھے اور حربہ نقب ہاتھ میں لیکر اور لنگوٹی باندھ کر کسی کوچے
میں گھس جائے اور عین موقعہ پر نقب لگاوے اور مال قابو میں
لیکر اور پھر جان بچا کر بھاگ جائے۔ اس قسم کی مشقتیں نبیوں کو
کہاں ہیں اور بغیر لیاقت اور قوت کے جرات پیدا ہی نہیں ہو سکتی
ایسا ہی زنا کاری بھی قوت مردمی کی محتاج ہے اور اگر مرد ہو
بھی تب بھی محض خالی ہاتھ سے غیر ممکن ہے بازاری عورتوں
نے اپنے نفس کو وقف تو نہیں کر رکھا وہ بھی آخر کچھ مانگتی
ہیں۔ تلوار چلانے کے لئے بھی بازو چاہئیے اور کچھ اٹکل بھی
اور کچھ بہادری اور دل کی قوت بھی بعض ایک چڑیا کو بھی نہیں
مار نہیں سکتے اور ڈاکہ مارنا بھی ہر ایک بزدل کا کام نہیں اب
اس بات کا کون فیصلہ کرے مثلاً ایک شخص جو ایک پر ثمر باغ
کے پاس جا رہا تھا اس نے اس باغ کا اس لئے بے اجازت پھل نہیں توڑا

(باقی دارد)

عمدگی کے ساتھ اردو میں تقریر کرتے تھے دہلی میں ان کے مباحثات
وہان کے علماء سے ہوتے رہے اور بالآخر انہوں نے حافظ احمد
کو جو اب احمد مسیح کے نام سے موسوم ہے۔ عیسائی کر لیا۔ میں یہ
بحث نہیں کرون گا کہ وہ کن حالات میں تبدیل مذہب پر آمادہ ہوئے
دہلی میں یہ مشق کر لینے کے بعد اونہوں نے لاہور میں آکر اپنے
لیکچرون اور مباحثات کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ ایڈیٹر الحکم
ان ایام میں لاہور کے گورنمنٹ موڈل سکول کا ایک طالب علم
تھا اور خدا کے فضل سے احمدی اور مختلف مذاہب کے سپیکرون
اور لیکچرون سے مباحثات کا بھی ایک جوش رکھتا تھا۔ لاہور کے
رنگ محل مشن سکول میں ریورنڈ لیفرائے کے جلسون کا اعلان
ہوا۔ اور انہوں نے پہلی مرتبہ لاہور میں اس سلسلہ کا آغاز
کیا کہ لیکچر کے بعد سوال و جواب کا موقعہ دیا جاوے۔ ان کے
یہ لیکچر حضرت مسیح کی فضیلت اور کفارہ پر ہوئے۔ ان لیکچرون
میں ایڈیٹر الحکم نے ریورنڈ لیفرائے صاحب سے مباحثہ کیا اور یہ پہلا موقعہ
تھا کہ مخالف الرائے مسلمانون نے بھی تسلیم کر لیا کہ عیسائیت
کے بت کو توڑنے کے لئے احمدی علم کلام بے نظیر ہے
بہت لوگ اس مباحثہ کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ بالآخر
ریورنڈ گرے صاحب کی کوٹھی پر ایک خاص مباحثہ بھی ریورنڈ
لیفرائے سے چند گھنٹون کے لئے ہوا۔ اور انہیں کہا گیا کہ میں
آپ کے ساتھ ساتھ جاؤن گا جہان آپ اسلام پر لیکچر دینگے
مگر انہوں نے کہا کہ میں دہلی واپس چلا جاؤنگا۔ یہ سنہ ۱۸۹۱ء کا واقعہ
ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر ایک ہی
سال گذرا تھا۔ اور لاہور اور دوسری جگہ بہت بڑا جوش تھا
ریورنڈ لیفرائے پھر اس مقصد کے لئے لاہور میں نہیں آئے
لیکن جب وہ لاہور میں بشپ ہو گئے۔ تو انہوں نے پھر
اس عہد کی تجدید کی

اور سنہ ۱۹۰۰ء میں اس قسم کے جلسون کا پھر آغاز کیا اسوقت
برادر مکرم حضرت مفتی محمد صادق صاحب لاہور میں آ چکے تھے
اور ایڈیٹر الحکم کئی سال پیشتر قادیان میں آ گیا تھا الحکم جاری تھا
بشپ صاحب کے ابتدائی جلسہ میں برادرم مکرم حضرت مفتی صاحب
نے حصہ لیا۔ اور بشپ صاحب کو لاجواب ہونا پڑا یہ ۱۸ رمئی
سنہ ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے آخر ۲۵ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء کو زندہ رسول کا
اعلان کیا اور ان واقعات کو آکر مفتی صاحب نے قادیان میں بیان کیا۔
اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۵ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء کے
جلسہ کے لئے زندہ رسول پر ایک تقریر لکھی یہ تقریر کیا تھی؟ القائے
ربانی کا ایک بین نشان تھا۔ کیونکہ اس میں ان تمام دلایل اور
مضامین کی تردید تھی جو بشپ صاحب نے اپنی تقریر میں بیان فرما
سننے والون پر ایک حیرت طاری تھی۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے مفتی
صاحب ایک چھپا ہوا مضمون پڑھ رہے ہیں۔ اور اس میں تردید
ہے اس تقریر کی جو ابھی کی گئی ہے۔ اس قدر جلد اس کا جواب
لکھا اور چھپا کیونکر گیا۔ خود بشپ صاحب پر ایک ربودگی طاری
تھی۔ اس طرح پر عملی طور پر ۲۵ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء کو براہ راست
بشپ صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مقابلہ شروع
ہو گیا۔ اسی مقابلہ کے متعلق الحکم جلد ۲۰ نمبر اول و دوم
میں گذشتہ صحبتون کی یاد کے عنوان کے ماتحت ذکر کیا گیا ہے
ناظرین ان نوٹون کو اب غور سے پڑھیں تو انہیں ایک خاص
لطف اور ذوق محسوس ہو گیا۔

بشپ صاحب نے اس تقریر کا کیا جواب دیا یہ اس نوٹ سے
معلوم ہو سکتا ہے جو انہیں ایام میں الحکم نمبر ۲۰ جلد ۴
مورخہ ۳۱ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء میں شائع کیا گیا تھا جس کو میں
یہاں پر درج کر دیتا ہوں۔ یہ ظاہر کر دینا بھی واجب ہے
کہ اس نوٹ میں جو مفصل روئیداد کا ذکر کیا گیا ہے سر دست

پر ملتوی کر دی گئی تھی۔ کیونکہ بشپ صاحب سے روحانی مقابلہ کا ایک خاص سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور اب جبکہ بشپ صاحب بھی فوت ہو چکے ہیں اگر ناظرین الحکم میں سے کسی صاحب ہمت نے چاہا کہ اس نشان کی عام اشاعت کے لئے وہ مالی قربانی کرنے کو تیار ہے تو انشاء اللہ اس سارے واقعہ کو جو تاریخ سلسلہ کا

ایک عظیم الشان باب ہے

ایک پمفلٹ کی صورت میں مرتب کر دیا جائیگا اور وہ شائع ہو سکیگا و باللہ التوفیق ٭

سردست مختصر ان واقعات کا دوہرا دینا ضروری ہے۔ وہ لوٹ جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں حسب ذیل ہے ٭

فتح اسلام اور کسر صلیب

یہ امر مشیت ایزدی میں مقدر ہو چکا تھا کہ آخری دنوں میں جب اسلام کمزور ہو جائے گا۔ اور عیسائیت (جس کا دوسرا نام دجل اور باطل بھی ہے) اپنے پورے زور اور طاقت کے ساتھ اسلام پر ٹوٹ پڑے گی اس وقت خدا تعالیٰ کا مامور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لکڑی کی عظمت کو توڑ ڈالیگا۔ جو عیسائیت کے نزدیک ایک راستباز کو ملعون بنا کر ان کی نجات کا موجب ہوئی ہے وہ کیا؟ صلیب! جس پر مسیح اسرائیلی نابکار یہودیوں کے ہاتھوں لٹکایا گیا یہ زمانہ جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں وہی زمانہ ہے۔ جو صلیبی فتنوں کا مجموعہ اور بایں ہمہ مسیح موعود کے وجود باجود کے سبب رحمت الٰہی کے نزول کا زمانہ اور لیلۃ القدر کے ہم رنگ ہے مسیح موعود کے آنے کے ساتھ ہی مذہبی مناظرات کی تحریکوں کا برق لامع کی طرح ہر مذہب کے پیروؤں کے دلوں میں دوڑ گیا ہے چنانچہ ان دنوں ایک عظیم الشان تحریک لاہور میں ہوئی۔ لاہور کے لاٹ پادری (بشپ صاحب) نے لاہور میں ایک جلسہ ۱۸ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء کو کیا اس جلسہ میں انہوں نے "نبی معصوم" کے مضمون پر لیکچر دیا۔ اور اختتام لیکچر پر مسلمانوں کو اعتراض کرنے کے لئے چیلنج کیا۔ ہم اس مضمون میں اس جلسہ یا اس کے بعد دوسرے جلسہ منعقدہ ۲۵ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء کی مفصل روئداد نہ لکھیں گے۔ کیونکہ ہم دونوں جلسوں کی مفصل روئداد ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کر رہے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰ رجون سنہ ۱۹۰۰ء تک شائع ہو جاوے گی۔ اس مقام پر ہم مختصر ذکر کریں گے تاکہ ہمارے دوستوں کو اطلاع ہو جاوے ٭

بہرحال ۱۸ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء کو لاٹ پادری صاحب نے اپنا لیکچر ختم کر دینے کے بعد مسلمانوں کو اعتراض کرنے کی دعوت کی اور نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے غیرت اور سچا جوش جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور اس کی پاک جماعت کے لئے مقدر کر رکھا ہے اور فتح اسلام اسی مبارک النسان کے ہاتھ پر لکھی جا چکی ہے۔ بشپ صاحب کی اس دعوت پر ہمارے مکرم معظم بھائی مفتی محمد صادق صاحب جو اپنے نام کی طرح صدق و صفا کے رنگ سے رنگین حضرت امام صادق کی محبت سے سرشار ہیں بشپ صاحب کی تقریر کا جواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ بشپ صاحب کی تقریر ہم اسی مفصل روئداد میں چھاپیں گے۔ لیکن اس کا خلاصہ وہی ہے جو برسوں پہلے "نبی معصوم" نام ایک رسالہ میں عیسائیوں نے لکھا ہے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام معاذ اللہ گنہگار ہیں۔ اور صرف مسیح گناہ سے پاک اور معصوم ہے یہ مسئلہ عیسائیوں کو اس لئے تراشنا پڑتا ہے کہ مسیح مصلوب کی صلیبی موت سے جو یہودیوں کے نزدیک لعنتی موت ہے فائدہ اٹھائیں اور اپنی سیاہ کاریوں کی لعنت مسیح پر تھوپ کر چین اڑائیں۔ بشپ صاحب نے عیسائیوں کے عام مسلک کے موافق اپنی طرف سے تمام مقدس راستبازوں اور خدا تعالیٰ کے مامور مرسلین کی توہین اور ہتک میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور سارا زور

اور طاقت ان کے گنہگار ثابت کرنے میں صرف کیا اور مسیح کی (باوجودیکہ وہ نیک ہونے سے انکار کرتا ہے) عصمت پر زور دیا۔ حضرت مفتی صاحب نے بشپ صاحب کی تقریر کا جو جواب دیا مفصل تو اسی رویداد میں درج ہوگا۔ مگر مختصر طور پر یوں ہے کہ مسیح کی عصمت پر زید وبکر سے حوالے دینا کوئی سودمند بات نہیں ہوسکتی یعنی لوقا یا مرکس کی کہی ہوئی باتیں مفید مطلب نہیں بہتر یہ ہے کہ خود مسیح کے اپنے منہ کے الفاظ دیکھے جاویں کہ وہ اپنی طہارت اور پاک بازی کی بابت کیا کہتا ہے۔ اس پر مفتی صاحب نے مسیح کے وہ الفاظ انجیل سے پیش کئے جو انھوں نے ایک اسادت مند کے جواب میں فرمائے ہیں جس نے آپ کو نیک کہا تھا۔ یعنے مسیح نے کہا کہ مجھے نیک مت کہو اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل انجیل سے۔ پھر قرآن کریم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلےٰ درجہ کی پاک بازی طہارت اور مسلم عصمت پر پرزور دلائل دیئے اور استغفار کی حقیقت اور ذنب کے مضمون پر مبسوط تقریر فرمائی اور بتلایا کہ ذنب خطا جرم جناح وغیرہ سب الفاظ کا ترجمہ گناہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے اور آخر میں بتلایا کہ قرآن کریم میں صرف ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی ایک نبی ہیں جنکی عصمت پر خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں زور دیا ہے اور فرمایا ہے واللہ یعصمک من الناس اور قرآن کریم نے تمام انبیاء علیہم السلام کو جرم اور جناح سے محفوظ ثابت کیا ہے کوئی لفظ ان کے لئے کہیں مستعمل نہیں ہوا مفتی صاحب کی تقریر نے بشپ صاحب کو لاجواب کر دیا۔ اور اس طرح پر جلسہ میں اسلام کی فتح ہوئی۔ جو اس مامور کے ایک خادم کے نام لکھی گئی جو مسیح موعود کے نام سے دنیا میں آیا ہے۔

حضرت اقدس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو جب یہ خبر پہونچی۔ تو آپ نے اس پر ایک اشتہار "بشپ صاحب لاہور سے ایک سچے فیصلہ کی درخواست" کے عنوان سے شائع کیا۔ وہ اشتہار ہمارے دوستوں تک پہونچ چکا ہے اس کا اندراج یہاں ضرور نہیں ہے اس اشتہار کی عظمت اور اس کا جو اثر پبلک پر پڑا وہ ہم رودیداد میں لکھیں گے۔

دوسرا جلسہ ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو رنگ محل میں ہوا۔ اس جلسہ کے لئے **زندہ رسول** کا مضمون منتخب کیا گیا تھا اس جلسہ کیواسطے لاہور کے بعض مسلمانوں نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھی بلایا تھا اس سے اتنا معلوم ہوگیا کہ لاہور بھر میں کوئی ایک مولوی بھی اس قابل نہیں تھا جو عیسائیوں کے حملہ کا جواب دے لاہور کی اسلامی انجمنیں ایک بھی خادم دین پیش نہ کرسکیں۔ افسوس!

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اول تو یہ کوشش کرنی چاہی کہ مسلمانوں کو اس جلسہ میں جانے ہی سے روکیں مگر جب ان کی پیش نہ گئی تو انھوں نے اور ان کے بلانے والوں نے متفق طور پر یہ فیصلہ کیا کہ زندہ رسول پر حضرت اقدس کی جماعت جواب دے۔ اور کوئی نہ بولے۔ نبی معصوم پر مولوی ثناء اللہ صاحب گفتگو کریں۔ حضرت اقدس نے زندہ رسول پر بھی ایک مضمون لکھدیا تھا جو صرف ڈیڑھ دو گھنٹہ میں لکھا گیا۔ یہ مضمون ہمارے ایمان میں ایک نشان اور ایک عظیم الشان نشان ہے۔ کیونکہ بشپ صاحب کی کل تقریر کا لفظ بلفظ جواب ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ بشپ صاحب کی تقریر ان کے دل میں ہوگی۔ جس کا علم علیم خدا کے سوا بشپ صاحب کو ہی نہ ہوگا۔ مگر اس مرد خدا نے (خدا کی بے انتہا برکتیں اسپر نازل ہوں) اس تقریر کا جواب لکھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے ہم خدائے لایزال کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ جواب لاریب اللہ تعالیٰ کے القاء اور خاص تائید سے لکھے جانیکا ایک بین ثبوت ہے اور اس کا ثبوت اس وقت نہایت

ہی واضح ہوگا جب ہم روئداد میں بشپ صاحب کی تقریر چھاپیں گے اور پھر یہ جواب اس کے ساتھ ہوگا۔

مفتی صاحب نے بڑی ہمت اور کوشش سے اس جواب کو (جو قلمی لکھکر دیا گیا تھا) چھپوالیا۔ اور یہ مطبوعہ جواب عین اس وقت ملا جب بشپ صاحب کی تقریر ختم ہوئی جس انداز سے مفتی صاحب نے اس کو ادا کیا وہ بھی خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ غرض ایک بڑے عظیم الشان مجمع میں جو تین ہزار سے زاید آدمیوں کا مجمع تھا نمایان اور روشن طور پر اسلام کی فتح ہوئی اور **کسر صلیب کا** تاج مسیح موعود کے سر پر رکھا گیا۔

اللّٰھم صلے علیٰ محمد و احمد و علیٰ ال محمد و احمد انک حمید مجید ؕ

اس کے جواب میں بشپ صاحب نے فرمایا؟ جواب ہے کچھ نہیں صرف یہ کہا کہ میں نے یہ باتیں **آج نئی سنیں**۔ میں ان کا کیا جواب دوں۔" اور یہ کہ میں مسلمانوں میں اختلاف بڑھانا نہیں چاہتا" ہم بشپ صاحب کے جواب کی حقیقت انشاء اللہ تعالیٰ روئداد میں کھولیں گے ؛؛

بشپ صاحب نے اس کا جواب دیکر جلسہ برخاست کیا۔

العرض جلسہ میں امام الزمان سلمہ الرحمٰن کے ہاتھ پر اسلام کی فتح اور کسر صلیب ہوئی ؛؛

غرض

اس طرح پر **بشپ صاحب** کو اس جلسہ میں ایک کامل شکست ہوئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست مقابلہ آپڑا (وہ مضمون جو ایک اعجازی مضمون ہے) جس کو مفتی محمد صادق صاحب نے پڑھا۔ اسے میں بھی ناظرین کی یاد اور علم کو تازہ کرنے کے لئے ذیل میں درج کر دیتا ہوں ؛؛

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جناب بشپ صاحب کے لیکچر زندہ رسول پر کچھ ضروری بیان

چونکہ مسلمانوں کو بھی اس تقریر کے بعد میں بات کرنے کا موقع دیا گیا ہے اس لئے مختصراً میں بھی کچھ بیان کرتا ہوں بشپ صاحب کی طرف سے یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ اپنے جسم خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر افسوس کے ہم کسی طرح اس دعوے کو قبول نہیں کرسکتے۔ نہ عقل کی رو سے نہ انجیل کے رو سے اور نہ قرآن شریف کے رو سے عقل کے رو سے اس لئے کہ حال اور گذشتہ زمانہ کے تجارب ثابت کرتے ہیں کہ انسان سطح زمین سے چھ میل تک اوپر کی طرف صعود کرکے زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود کی کوئی ایسی خاص بناوٹ تھی جس سے کرہ زمہریر کی سردی انکو ہلاک نہیں کرسکتی تھی بلکہ برخلاف اس کے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمام انسانوں کیطرح وہ کھانے اور پیتے اور بھوکھ اور پیاس سے متاثر ہوتے تھے۔ یہ تو عقل کی رو سے ہم نے بیان کیا اور انجیل کے رو سے اس لئے یہ دعوے قبول کرنے کے لائق نہیں کہ اول تو انجیلیں چالیس سے بھی کچھ زیادہ ہیں جن میں سے حضرات عیسائی صاحبوں کی رائے میں چار صحیح اور باقی جعلی ہیں۔ لیکن یہ محض ایک رائے ہے جس کی تائید میں کافی وجوہ شائع نہیں کی گئیں اور نہ وہ تمام انجیلیں چھاپ کر عام طور پر شائع کی گئی ہیں تا پبلک کو رائے لگانے کا موقع ملتا پھر قطع نظر اس کے یہ

چار انجیلیں جن کے بیان پر بھروسہ کیا گیا ہے یہ بھی کھلی کھلی اور یقینی شہادت اس بات کی نہیں دیتیں کہ درحقیقت حضرت مسیح آسمان پر مع جسم عنصری چلے گئے تھے۔ ان انجیلوں نے کوئی جماعت وہ چار ثقہ آدمیوں کی پیش نہیں کی جن کی شہادت پر اعتماد ہو سکتا اور اس واقعہ کے ذاتی اور عینی رویت کے مدعی ہوتے۔ پھر انہیں انجیلوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح ایک چور کو تسلی دیتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ بہشت میں روزہ کھولے گا۔ بہت خوب۔ مگر اس سے لازم آتا ہے کہ یا تو چور بھی جسم عنصری کے ساتھ بہشت میں گیا ہو اور یا حضرت مسیح چور کی طرح محض روح کے ساتھ بہشت میں گئے ہوں۔ پھر اس صورت میں جسم کے ساتھ جانا صریح باطل یا یوں کہو کہ چور تو بدستور بہشت میں روحانی رنگ میں رہا۔ لیکن حضرت مسیح تین دن بہشت میں رہ کر پھر اس سے نکالے گئے اسی طرح اور کئی قسم کے مشکلات اور پیچیدگیاں ہیں جو انجیل سے پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح فوت ہونے پر بہشت کی طرف نہیں گئے تھے۔ بلکہ دوزخ کی طرف گئے تھے۔ اسی سے سمجھا جاتا ہے کہ غالباً وہ چور دوزخ کی طرف گیا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو دوزخ کے لائق ہی تھا۔ بس حق بات یہی تھی کہ انجیل کے متناقض بیان نے انجیل کو بے اعتماد کر دیا ہے۔ حضرت مسیح کا صلیب کے بعد اپنے حواریوں کو ملنا۔ کباب کھانا۔ زخم دکھلانا۔ سڑک پر چلنا۔ ایک گاؤں میں رات اکٹھے رہنا جو انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے یہ وہ امور ہیں جو قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں۔ جو حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے اور قرآن شریف تو ہمیں بار بار یہ بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ ہاں جو رفع ایماندار لوگوں کے لئے فوت کے بعد ہوا کرتا ہے وہ ان کے لئے بھی ہوا تھا۔ جیسا کہ آیت۔ یٰعیسیٰ اِنّی متوفّیک ورافعک الیّ سے سمجھا جاتا ہے

کیونکہ لفظ رافعک قرآن شریف میں لفظ متوفیک کے بعد مذکور ہے اور یہ قطعی قرینہ اس بات پر ہے کہ یہ وہ رفع ہے جو وفات کے بعد مومنوں کے لئے ہوا کرتا ہے اصل جڑ اس کی یہ تھی کہ یہودی حضرت مسیح کے رفع روحانی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ سولی دیئے گئے تھے تو بموجب حکم توریت کے وہ اس رفع سے بے نصیب ہیں جو مومنوں کو موت کے بعد خدا کی طرف سے بطور انعام ہوتا ہے۔ اور خدا کے قرب کے ساتھ ایک پاک زندگی ملتی ہے سو ان آیات میں یہودیوں کے اس خیال کا اس طرح پر رد کیا گیا کہ مسیح صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا گیا تھا اور اس کی موت صلیب پر نہیں ہوئی اس لئے وہ توریت کے اس حکم کے نیچے نہیں آ سکتا کہ جو شخص سولی پر چڑھایا جاوے اس کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوتا بلکہ وہ لعنتی ہو کر جہنم کی طرف جاتا ہے اب دیکھو کہ جسمانی رفع کا اس جگہ کوئی جھگڑا نہ تھا اور یہودیوں کا کبھی یہ مذہب نہیں ہوا۔ اور نہ اب ہے۔ کہ جو شخص سولی پر لٹکایا جاوے اس کا جسمانی طور پر رفع نہیں ہوتا یعنے وہ مع جسم آسمان پر نہیں جاتا۔ کیونکہ یہودیوں نے جو حضرت مسیح کے اس رفع کا انکار کیا جو ہر ایک مومن کے لئے موت کے بعد ہوتا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں اور نیز مسلمانوں کے نزدیک ضروری ہے کہ ایماندار کا فوت کے بعد خدا کی طرف رفع ہو جیسا کہ آیت لا تفتح لھم ابواب السماء صریح دلالت کرتی ہے اور جیسا کہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ میں بھی یہی اشارہ ہے لیکن جسمانی رفع یہودیوں کے نزدیک اور نیز مسلمانوں کے نزدیک بھی نجات کے لئے شرط نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کا جسمانی رفع نہیں ہوا۔ تو کیا وہ یہودیوں کے نزدیک نجات یافتہ نہیں ہیں۔ غرض اس قصہ میں اکثر لوگ حقیقت کو چھوڑ کر کہیں کے کہیں چلے گئے

ہیں۔ قرآن شریف ہرگز اس عقیدہ کی تعلیم نہیں کرتا کہ نجات کے لئے جسمانی رفع کی ضرورت ہے اور نہ یہ کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں۔

قرآن کریم نے کیوں قصہ کو چھیڑا اس کا فقط یہ سبب تھا۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں روحانی طور پر رفع اور عدم رفع میں ایک جھگڑا تھا۔ یہودیوں کو یہ حجت ہاتھ آگئی تھی کہ یسوع مسیح سولی دیا گیا ہے۔ لہذا وہ توریت کی رو سے اس رفع کا جو ایمانداروں کا ہوتا ہے بے نصیب رہا اور اس سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ وہ سچا نبی نہیں ہے جیسا کہ وہ اب بھی سولی کا واقع بیان کر کے یہی مقام توریت کا پیش کرتے ہیں اور میں نے اکثر یہودیوں سے جو دریافت کیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں جسمانی رفع سے کچھ غرض نہیں ہم تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ شخص توریت کے رو سے ایماندار اور صادق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سولی دیا گیا۔ پس توریت فتوے دیتی ہے کہ اس کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ بمبئی اور کلکتہ میں بہت سے یہودی موجود ہیں جس سے چاہو پوچھو یہی جواب دیگا۔ سو یہی وہ جھگڑا تھا جو فیصلہ کے لائق تھا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے کہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنے یہ کہ وفات کے بعد حضرت مسیح کا رفع ہوا ہے اور وہ ایمانداروں کے گروہ میں سے ہے نہ ان میں سے جن پر آسمان کے دروازے بند ہوئے ہیں مگر جسمانی طور پر کسی کا آسمان پر جا بیٹھنا نجات کے مسئلہ سے کچھ بھی تعلق اسکو نہیں اور نہ قرب الٰہی اس سے ثابت ہوتا ہے۔ آج کل تو ثابت کیا گیا ہے کہ آسمان پر بھی مجسم مخلوق رہتی ہیں جیسے زمین پر۔ کیا آسمان پر رہنے سے وہ سب نجات یافتہ ہیں۔ بایں ہمہ یہ خیال سخت غیر معقول ہے کیونکہ اگر خدا تعالے کو یہ منظور تھا کہ حضرت مسیح کے جسم کو آسمان پر پہونچا دیا تو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے جسم کے تمام ذرات کو محفوظ رکھتا اور کوئی ذرہ ان کے جسم میں سے تلف ہونے نہ پاتا اور نہ تحلیل ہوتا۔ تا یہ ظلم صریح لازم نہ آتا کہ بعض حصے مسیح کے جسم کے تو خاک میں اور بعض حصے آسمان پر اٹھائے گئے اور اگر مسیح کے جسم کے ذرات تحلیل نہیں ہوئے تو کم سے کم صلیب کے وقت میں حضرت مسیح کا جسم پہلے جسم سے دس حصے زیادہ چاہئے تھا۔ کیونکہ علم طبعی کی شہادت سے یہی ثبوت ملتا ہے اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ تین برس کے بعد پہلے جسم کے اجزا تحلیل ہو کر کچھ تو ہوا میں مل جاتے ہیں اور کچھ خاک ہو جاتے ہیں۔ سو چونکہ مسیح نے تینتیس برس کے عرصہ میں دس جسم بدلے ہیں۔ اس کے آخری جسم کو آسمان پر پہونچایا اور پہلے جسم کو خاک میں ملانا یہ ایک ایسی بیہودہ حرکت ہے جس کی فلاسفی یقیناً بشپ صاحب کو بھی معلوم نہیں ہو گی اب جبکہ عقل اور انجیل اور قرآن شریف سے حضرت مسیح کا آسمان پر مع جسم جانا ثابت نہیں۔ بلکہ اس عقیدہ پر عقلی اور نقلی طور پر سخت اعتراضات کی بارش ہوتی ہے تو اس خیال کو پیش کرنا میرے نزدیک تو قابل شرم امر ہے یہ سچ ہے کہ ہم لوگ اس طرح پر اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر نہیں پہنچاتے اور نہ روحانی قربون کے لئے اس کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر روحانی زندگی کے لحاظ سے ہم تمام نبیوں میں سے اعلیٰ درجہ پر اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ سمجھتے ہیں اور قرآن شریف کی آیۃ وآخرین منھم لما یلحقو بھم میں اسی زندگی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کا یہی مطلب ہے کہ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی فیض پایا ایسا ہی آخری زمانہ میں ہو گا کہ مسیح موعود اور اس کی جماعت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پائیں گے۔ جیسا کہ اب

ظہور میں آرہا ہے اور ایک بڑی دلیل اس بات پر کہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں دوسرا کوئی نہیں رکھتا آپ کی تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کر کے خدا تعالیٰ کے مکالمات سے شرف پاتے ہیں اور فوق العادت خوارق ان سے صادر ہوتے ہیں اور فرشتے ان سے باتیں کرتے ہیں۔ دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ **اس کا نمونہ ایک میں ہی موجود ہوں کہ کوئی قوم اس بات میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔**

یہ تو دلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ہے مگر حضرت مسیح کی زندگی پر کونسی دلیل آپ کے پاس ہے اتنا ہی تو نہیں کہ کوئی پادری صاحب یا مسیح ! یا مسیح کر کے پکاریں اور آسمان سے مسیح کی طرف سے کوئی ایسی آواز آوے کہ تمام لوگ سن لیں اور اگر اس قدر ثبوت بھی نہیں تو محض دعوے قابل التفات نہیں اس طرح پر تو سکھ صاحب بھی کہتے ہیں کہ بابا نانک صاحب زندہ آسمان پر چلے گئے پھر جب ہم ان سب باتوں سے الگ ہو کر تاریخ سلسلہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ سارے پردے درمیان سے اٹھ کر کھلی کھلی حقیقت نظر آجاتی ہے۔ کیونکہ تاریخ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر نہ جانے کے تین گواہ ایسے پیش کئے ہیں جن سے قطعی طور پر یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اس قول کے مطابق کہ ان کا قصہ یونس نبی کے قصہ سے مشابہ ہے قبر میں مردہ داخل ہونے کی حالت میں داخل نہیں ہوئے تھے جیسا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مردہ ہونے کی حالت میں داخل نہیں ہوا تھا اور نہ قبر میں مرے جیسا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا بلکہ یونس نبی کی طرح زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ مسیح نے اس مثال کے بیان کرنے میں جھوٹ بولا ہو۔

اس واقعہ پر پہلا گواہ تو یہی مثال ہے کہ مسیح کے مونہہ سے نکلی کیونکہ اگر مسیح قبر میں مردہ ہونے کی حالت میں داخل کیا گیا تھا اس صورت میں یونس سے اس کو کچھ مشابہت نہ تھی پھر دوسرا گواہ اس پر مرہم عیسیٰ ہے یہ ایک مرہم ہے جس کا ذکر عیسائیوں اور یہودیوں اور مجوسیوں اور مسلمانوں کی طب کی کتابوں میں اس طرح پر لکھا گیا ہے۔ کہ یہ حضرت مسیح کے لئے یعنی ان کی چوٹوں کے لئے تیار کی گئی تھی۔ اور یہ کتابیں ہزار نسخہ سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ جن میں سے میرے پاس بھی بہت سی ہیں۔ پس اس مرہم سے جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر جانے کا سارا قصہ غلط اور عوام کی خود تراشیدہ باتیں ہیں۔ سچ صرف اس قدر ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر وفات پانے سے تو بچ گئے تھے۔ مگر آپ کے ہاتھوں اور پیروں پر کچھ زخم ضرور آئے تھے اور وہ زخم مرہم عیسیٰ کے لگانے سے اچھے ہو گئے آپ کے حواریوں میں سے ایک ڈاکٹر بھی تھا غالباً یہ مرہم عیسیٰ کا ثبوت ایک علمی پیرایہ میں ہم کو ملا ہے جس پر تمام قوموں کے کتب خانے گواہ ہیں اس لئے یہ ثبوت بڑے قدر کے لائق ہے تیسرا تاریخی گواہ حضرت مسیح کے آسمان پر نہ جانے کا یوز آسف کا قصہ ہے جو آج سے گیارہ سو برس پہلے تمام ایشیا اور یورپ میں شہرت پا چکا ہے اور یوز آسف حضرت مسیح ہی تھے جو صلیب سے نجات پا کر پنجاب کی طرف گئے اور پھر کشمیر میں پہنچے اور ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ اس

پر بڑی دلیل یہ ہے کہ یوز آسف کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم ایک ہے اور دوسرے یہ قرینہ کہ یوز آسف اپنی کتاب کا نام انجیل بیان کرتا ہے۔ تیسرا قرینہ یہ کہ اپنے آپ کو شہزادہ نبی کہتا ہے چوتھا یہ قرینہ کہ یوز آسف کا زمانہ اور مسیح کا زمانہ ایک ہی ہے۔ بعض انجیل کی مثالیں اس کتاب میں بعینہ موجود ہیں۔ جیسا کہ ایک کسان کی مثال۔ چوتھا تاریخی گواہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر وہ قبر ہے۔ جو اب تک محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں موجود ہے بعض کہتے ہیں کہ یوز آسف شہزادہ نبی کی قبر ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰ صاحب کی قبر ہے اور کہتے ہیں کہ کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ شہزادہ اسرائیل کے خاندان میں سے تھا۔ کہ قریباً اٹھارہ سو برس اس بات کو گذر گئے۔ جب یہ نبی اپنی قوم سے ظلم اٹھا کر کشمیر میں آیا تھا۔ اور کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا۔ اور ایک شاگرد ساتھ تھا۔ اب بتلاؤ کہ اس تحقیق میں کونسی کسر باقی رہ گئی سچائی کو قبول نہ کرنا یہ اور بات ہے لیکن کچھ شک نہیں کہ بھانڈا پھوٹ گیا اور یوز آسف کے نام پر کوئی تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نام یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف بھی حضرت مسیح کا عبرانی میں ایک نام ہے جس کا ذکر انجیل میں بھی ہے اور اس کے معنے ہیں متفرق قوموں کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ اب بخوف اندیشہ طول اسی پر میں ختم کرتا ہوں اور میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرالے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں۔ کہ

زندہ کتاب قرآن ہے

اور زندہ دین **اسلام** ہے۔ اور زندہ رسول **محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم** ہے۔ دیکھو میں زمین اور آسمان کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے۔ جو کلمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے مردے زندہ ہو رہے ہیں۔ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ غیب کے چشمے کھل رہے ہیں۔ پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکال لے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؂

المشتھر مرزا غلام احمدؐ از قادیان ؂

۲۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء روز مبارک جمعہ

اس مضمون کے پڑھے جانے کے بعد لاہور میں اسلام کی **نمایاں** فتح کا علی الاعلان اظہار ہو گیا اور جماعت کے ایمان میں ترقی ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی زندگی کا مقصد اور بعثت کی غرض عیسائیت کی غلط تعلیمات کو خدا تعالیٰ کے تائیدی نشانات اور زبردست دلائل کے حربے سے شکست دینا تھا اس کے بعد خاموش نہیں ہوئے اور آپ نے لیدر کیا کہ بشپ صاحب پر حجت ملزمہ قائم ہو جائے چنانچہ ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو آپ نے مندرجہ ذیل اعلان بشپ صاحب کو مخاطب کر کے شائع کیا